اصطلاحات اور تحریف کا جادو

حبیب الرحمٰن چترالی ○

ماہمہ   افسونیٔ   تہذیبِ   غرب   کشتۂ افرنگیاں بے حرب و ضرب

اقبالؒ نے درست کہا تھا: ''ہم سب مغربی تہذیب کے فُسوں میں مبتلا ہو چکے ہیں اور بغیر کسی مزاحمت و جنگ وجدال کے فرنگیوں کے ہاتھوں کشتۂ اَجل بن رہے ہیں''۔ یہ حقیقت ہے کہ ذرائع ابلاغ کی بالادستی کے اس عہد میں ابلاغی جنگ اور اصطلاحات کے سہارے مغرب کا فُسوں، جادو اور استکبار، اپنی آخری حدوں کو چھو رہا ہے۔ تحریفِ لسانی اور اصطلاحات سازی بالادست تہذیب کے ہاتھ میں موجود دو بڑے خطرناک ہتھیار ہیں جو اعصابی جنگ جیتنے میں اُس کے مددگار ہیں۔ اس میں عصرحاضر کی نئی اصطلاح 'کورونا' بھی شامل ہے۔

کورونا یا کووِڈ-۱۹ کا فُسوں جاننے کے لیے ہمیں 'جدیدیت' (Modernism) اور 'مابعد جدیدیت' (Post Modernism) کے علمی پس منظر کا ادراک کرنا ہوگا کیونکہ مغرب نے گذشتہ لگ بھگ چار صدیوں سے ان اصطلاحات کے سہارے نوعِ انسانی کو خدا پرستی اور 'عبدیت' کے حدود سے تجاوز کرکے انسان پرستی اور نفس پرستی اور طاغوت پرستی کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے، جو آسمانی تعلیمات اور صحفِ سماویہ سے ہٹ کر انحراف کے ذریعے ایک نیا زمینی مذہب تشکیل دینے کے مترادف ہے۔ اس حقیقت کو اقبالؒ نے اپنے خطبات میں یوں واضح کیا ہے: ''فطرت پر وسعت اور غلبے کی طاقت نے انسان کو ایک نیا عقیدہ اور مذہب دیا ہے، لہٰذا ہمیں بھی اپنی اسلامی فکر کی تشکیلِ نَو کرنا ہوگی جس میں عیسائیت ناکام ہو چکی ہے''۔

○ سابق کنٹرولر پاکستان ٹیلی ویژن، اسلام آباد

اقبالؒ کے نزدیک آسمانی مذہب عیسائیت مراد نہیں بلکہ وہ تحریف شدہ عیسائیت ہے جسے پادری چلا رہے تھے۔ جب دُنیا پرستی کے جلو میں عیسائیت پر الحادی قوتوں کی یلغار ہوئی تو ان پادریوں کو شکست ہوئی اور نمرودِ وقت پھر غالب آ گیا۔

طاقت کی زبان اور مکالمۂ نمرود

جب فرعون کو قارون کی دولت اور ہامان کے جنگی ہتھیاروں کی عسکری قوت حاصل ہوتی ہے تو فرعونیت جنم لیتی ہے جس میں نوجوان قتل کیے جاتے ہیں۔ انسانیت کی تذلیل کی جاتی ہے۔ اُن کی خودی اور خودداری مٹا دی جاتی ہے اور انسانوں کو بے بس کر کے انھیں فرعون اور نمرود کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کش مکش موت وحیات اور فتنۂ حیات وممات میں جینے کا ایک ہی راستہ اُن کے پاس رہ جاتا ہے کہ وہ جابر بندوں کی جھوٹی خدائی کو تسلیم کریں اور ان کے دَر پر سر جھکائیں ورنہ جان، مال، اولاد اور انسانی شرف سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ طاغوتی طاقتوں کا یہ عصری بیانیہ بھی دراصل ایک مشرکانہ بیانیہ ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے بھرے دربار میں چیلنج کیا تھا۔ اُس کا مکالمہ قرآن نے یوں محفوظ کیا ہے: ''کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا، جس نے ابراہیمؑ سے جھگڑا کیا تھا؟ جھگڑا اس بات پر کہ ابراہیمؑ کا ربّ کون ہے، اور اس بنا پر کہ اس شخص کو اللہ نے حکومت دے رکھی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ ''میرا ربّ وہ ہے جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے، تو اُس نے جواب دیا: ''زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے''۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ ''اچھا، اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تُو ذرا اُسے مغرب سے نکال لا''۔ یہ سن کر وہ منکرِ حق ششدر رہ گیا، مگر اللہ ظالموں کو راہِ راست نہیں دکھایا کرتا۔ (البقرہ ۲:۲۵۸)

انسان کے اختیاری معاملات، یعنی تشریعی اُمور (Moral laws) میں انسان کو مختار بنایا گیا ہے مگر تکوینی اُمور (Physical laws) یا God Action کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ کے توحیدی بیانیے نے نمرود کو حیرت زدہ کر دیا کیونکہ باوجود پرلے درجے کے تکبر کے وہ یہ مانتا تھا کہ آفتاب و ماہتاب اُسی ایک خدا کے زیرفرمان ہیں مگر اختیاری اُمور میں حضرت ابراہیمؑ کی طرح ایمان لانے کا مطلب اپنی مطلق العنان فرماں روائی سے دست بردار ہوجانے کے تھے جس کے لیے اُس کے نفس کا طاغوت تیار نہ تھا (تفہیم القرآن، جلداوّل، ص ۱۹۹-۲۰۰)۔

اصطلاحات کی جنگ کا ارتقا

طاغوتی قوتوں کی آسمانی عقیدہ و اعتقاد کے خلاف جنگ کا آغاز سولھویں صدی میں نکولومیکیاولی (۱۴۶۹ء-۱۵۲۷ء) کی ۱۵۱۳ء میں بدنامِ زمانہ تصنیف 'شہزادہ' (The Prince) سے ہوا کیونکہ آسمانی اقدار کے مقابلے میں 'شہزادہ' مبہم ڈرامائی جنگ کا مرکزی کردار تھا۔ میکیاولی اس مذموم منصوبہ بندی کا خالق تھا جس کو اقبالؒ نے 'مرسلے از شیطان' کے لقب سے یاد کیا، یعنی 'شیطان کا بھیجا ہوا پیغمبر'۔ میکیاولی نے جھوٹ، تحریف، دھوکا دہی اور بددیانتی کے سہارے ہیومنزم (Humanism) یا 'اکرام انسانیت' کے فلسفہ کو پروان چڑھایا تاکہ انسان تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہوکر خالق کائنات کے خلاف سینہ سپر ہوجائے۔ یہ نمرود اور فرعون کی طرح سیاسی، تمدنی اور معاشرتی اُمور میں ایک خدا کی خدائی سلب کرنے کی شیطانی کوشش تھی جو ہیومنزم کی اصطلاح میں لپٹے ہوئے انسان کی خدائی کا جھوٹا دعویٰ تھا۔ اِس نظریے کو مارٹن لُوتھر (۱۵۶۴ء) نے مذہب کی شکل دی جو دنیاپرستی پر مبنی زمینی مذہب قرار پایا۔ اٹھارھویں صدی میں صنعتی انقلاب کی صورت میں بتدریج اس ہیومنزم کو عملی شکل دی گئی تو عقلِ انسانی کو 'وحی' کے مقابلے میں لاکھڑا کیا گیا۔ اس تحریف کے نتیجے میں افادیت پرستی (Utilitarianism) کو شریعتِ الٰہی کا متبادل قرار دیا گیا تاکہ وسائل دُنیا عین مقصدِ زندگی بن جائیں اور خودغرض عقل اس کے پیچھے قوتِ محرکہ۔ ان اصولوں اور اس کے عملی ڈھانچے کو جدیدیت یا Modernism کا نام دیا گیا جو دراصل 'انسان پرستی' کا مذہب تھا۔

اب، جب کہ 'مابعد جدیدیت' کے فلسفے کے نفاذ کا وقت آپہنچا تو ہیومنزم کی اصطلاح کو 'مابعدانسانیت' (Post Humanism) یا کا نام دیا گیا۔ ہیومنزم کے عہد میں خدا بیزار تہذیب نے خدا کے مرنے کا عقیدہ (نعوذ باللہ) تراشا تھا، جب کہ 'مابعد ہیومنزم' میں نیا فلسفہ Death of Man یا اللہ کی شاہکار تخلیق 'انسان' کا خاتمہ ہے، جو کہ انسانیت کُش یا انسان کُش فلسفہ ہے جس میں آدمی کا وجود، اس کی خودی اور اس کی خودداری سب معرضِ خطر میں ہیں۔

اقبال نے آیتِ قرآنی وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰) ''ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزّت و اِکرام بخشا'' کی تشریح میں یہ فرمایا تھا:

برتر از گردوں مقامِ آدم است　　　اصلِ تہذیب احترامِ آدم است

(انسان کا مقام آسمان سے بھی بلند ہے اور احترامِ آدم ہی اصل تہذیب ہے)۔

اصطلاحات کی تحریف کے ذریعے آدم و اولادِ آدم کی تذلیل ایک ناقابلِ برداشت جرم ہے اور بنی آدم کی ہلاکت خیزی بہت بڑا شیطانی فعل ہے۔ اصطلاحات جدیدہ کے ارتقا پر وسیع پیمانے پر لٹریچر دستیاب ہے مگر دھوکا دہی کے طور پر یہ ادبی ذخیرہ تحریفات اور انحرافات کا مجموعہ ہے جس میں ظاہری اور باطنی طور پر صحفِ سماویہ کو تختۂ مشق بنایا گیا ہے اور اس فکر کو 'روشن خیالی' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روشن خیالی اور تحریفاتِ انسانی

مغرب نے نشاتِ ثانیہ کے بعد کے اَدوار کو 'روشن خیالی' (Enlightenment) کی اصطلاح سے نوازا اور مذہب کو مسترد کر کے فکر و عمل کا نیا ڈھانچا ترتیب دیا جس میں انسان کی اجتماعی زندگی میں خدا، اس کے رسولوںؑ اور آخرت کی زندگی اور آسمانی ہدایات کی کوئی گنجایش نہیں تھی، مگر انسان کو آزادی دینے کا مُدعا سے جب یہ نظریہ ٹکرایا تو تحریف کے طور پر مذہب کو انسان کا ذاتی عمل قرار دیا گیا۔ دراصل یہ خدا سے انکار کا نظریہ تھا اور اس کی بنیاد دُنیا پرستی تھی۔ اس لیے اس جعل سازی کو چھپانے کے لیے کئی اصطلاحات و تحریفات کا ارتکاب کیا گیا۔ چونکہ جدیدیت کے اس عہد میں صحفِ آسمانی پر ایمان کو منفی رجحان قرار دیا گیا۔ اس لیے ۱۸۵۰ء میں اگست کانٹ نے 'مثبیت' یا Positivism کی نئی اصطلاح وضع کی۔ اس انحراف کے تسلسل میں نئے کلچر اور نئے اخلاقیات تصنیف کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ۱۸۵۴ء میں بندے اور خدا کے درمیان 'عبدیت' کے رشتہ کو کمزور کرنے کے لیے پہلی بار ایک انجمن مذہب انسانیت کے نام سے اجتماعی کاوش کا آغاز کیا گیا۔ انجمن نے خدائی 'عہد الست' کے برخلاف سائنس اور فلسفے کے ارتقاء پر نیا عمرانی عہد باندھا۔

بتدریج اقدار متعارف کراتے ہوئے ۱۸۷۶ء میں فلکس ایڈلر (Felix Adlor) 'تحریکِ اخلاقی ثقافت' کے نام پر ایک اصطلاح وضع کر کے مذاہبِ آسمانی کے فرسودہ ہونے کا نیا بیانیہ سامنے لایا اور مذہب انسانی کی اخلاقی ثقافت کے ساتھ پیوند کاری کی تاکہ اس نئی ثقافت کے احیا سے انسان کا وحی پر مبنی تہذیب و ثقافت سے رشتہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جائے۔ بغاوت اور انحراف پر مبنی ان اصطلاحات میں سوشلزم، کمیونزم، سیکولرزم اور کیپٹلزم پر مبنی نظریات دراصل Humanism یا 'مذہبِ انسانیت' کی توسیعی مہمات تھیں جو پے درپے ناکامی سے دوچار ہوئیں۔

طاغوتی قوتیں ردِعمل کے طور پر شیطانی فلسفہ 'مابعد انسانیت' (Post Humanism) کی اصطلاح کا سہارا لے کر پوری منصوبہ بندی کے ساتھ میدانِ عمل میں کُود پڑیں، تاکہ انسانوں کی ہلاکت کا وہ نقشہ دکھا دیں جس کے سامنے جنگِ عظیم اوّل و دوم کے اثرات بھی ماند پڑ جائیں۔ یہ ایک نیا نظام یا ورلڈ آرڈر کے طور پر حال ہی میں پورے ابہام کے ساتھ نافذ العمل ہوا تاکہ کوئی مجرموں کے ٹولے کی نشان دہی بھی نہ کر سکے اور تحریفات سے خلافِ انسانیت جرائم کی پردہ پوشی ممکن ہو۔ تہلیک یا ہلاکت اس نئے مذہب کا مقصدِ عظیم گردانا گیا مگر پردہ نشینوں نے گلوبلائزیشن کی قوت اور ابلاغی یلغار کو ایک نیا طبّی مرض یا متعدی وائرس کے طور پر دُنیا کے سامنے متعارف کروایا، تاکہ تحریف سے ایک بار پھر انسانوں کو دھوکا اور فریب کا ہدف بنایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۝۶۲ (یٰسٓ ۳۶:۶۲)
شیطان نے تم میں سے گروہِ کثیر کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟

پھر تنبیہ کے طور پر اوّلین و آخرین کو مخاطب کیا جو شیطان اور شیطانی قوتوں کو دوست بناتے ہیں:

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۝۳۱ (یٰسٓ ۳۶:۳۱) کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اُن سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں اور اس کے بعد وہ پھر کبھی اُن کی طرف پلٹ کر نہ آئے؟

منحرفین کا جرم آیات کے معانی اور مقصد اُلٹا دینا ہو تو قرآن اس کو 'الحاد' کی اصطلاح سے یاد کرتا ہے، مثلاً اگر اوّلین کو آخرین یا قرون وقرونا کو 'کرونا' بنایا جائے اور خود خدا بن کر انسانوں کو ہلاکت کی نذر کیا جائے تو تحریف کے جرم کی نوعیت غیر معمولی ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اللہ اور رسولؐ سے مذاق اور دین کو کھیل بنانا ہے، اور مقصد انکارِ دین ہے۔

کیا کورونا انگریزی اصطلاح ہے؟

'مابعد انسانیت' کی مبہم اصطلاح اور مذہبی فکر اور صحفِ آسمانی میں لادینی افکار داخل کرنے کے پس منظر میں 'کرونا' یا 'کووِڈ-۱۹' کی غیر واضح اور پُراسرار اصطلاح بھی لفظاً و معناً تحریفِ لسانی کی بنیادی کڑی نظر آتی ہے، جو 'ارھاب' (warfare) کے عربی لفظ میں تحریف کر کے terrorism (دہشت گردی) کے خاتمے کے نام پر خطرناک جنگ کی ناکامی کے معاً بعد تلمود کی عبرانی زبان

سے اخذ کر کے سامنے لائی گئی۔ ان صحفِ سماوی اور عہد نامہ قدیم وجدید کے اندر لفظی اور معنوی تحریفات کی خود قرآن کریم شہادت پیش کرتا ہے۔ حال ہی میں اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری میں 'کورونا' کا اندراج بطور متعدی وبا یا Pandemic ہوا ہے۔ اس پیوندکاری میں 'epidemic' اور 'endamic' کی دو انگریزی اصطلاحات بھی شامل ہیں۔ لسانی طور پر یہ دونوں اصطلاحات تیزی سے پھیلنے والی وبا اور جان لیوا مہلک مرض پر دلالت کرتی ہیں۔ endemic میں تحریف یا corruption کا مفہوم بھی شامل ہے اور غیراخلاقی رویّہ بھی جس کے ارتکاب سے کوئی بھی چیز، کلام اور متن کو اپنی اصلی حالت پر رہنے نہیں دیا جاتا بلکہ سیاق وسباق کے ساتھ متن کو بدل دیا جاتا ہے۔ اوکسفرڈ ڈکشنری اس کو بدعنوانی، چھوت یا نسل پرستی کی المناک وبا سے بھی تعبیر کرتی ہے۔ یہ تحریف وانحراف ارادتاً طاقت کے زور پر کیا جاتا ہے (اوکسفرڈ ڈکشنری، ساتواں ایڈیشن، ص ۳۴۴)۔

ذرائع ابلاغ میں غیرمعمولی تشہیر اور انجانے خوف کے اعتبار سے یہ نئی اصطلاح 'کورونا' اب Pendemic سے بڑھ کر Pandamonium کی اصطلاح کا رُوپ دھار چکی ہے جیسا کہ کہا گیا: The situation in which there is a lot of noise, activity and confusion, specially because people are angry or frightened. ''لوگوں کے غم و غصے اور خوف و اضطراب کی ایسی کیفیت جس میں چیخ وپکار، فعل وتحرک اور لوگوں میں ابہام پایا جائے''۔ (محولہ بالا، ص ۳۴۴)

انگریزی لُغت میں تحریف کرنے اور حقائق مسخ کرنے کے لیے Distortion کا لفظ بھی مستعمل ہے، یعنی to change the shape, appearance or sound (شکل یا آواز یا حلیہ بگاڑ کر اسے تبدیل کرنا یا مسخ کرنا)۔ Distortion of facts on truth سچائی یا حقائق کو تحریف کے ذریعے مسخ کر دینا (اوکسفرڈ ایڈوانسڈ لنرز ڈکشنری، ص ۴۴۴، ساتواں ایڈیشن)۔

چونکہ اصل انگریزی میں کورونا یا کووِڈ-۱۹ کی اصطلاحات ناپید ہیں، لہٰذا قدیم عبرانی لفظ سے اِن قدیم اصطلاحات کو distort یا تحریف کر کے 'طبی وبائی مرض' کے جھوٹے معنوں میں اس کو حال ہی میں انگریزی زبان کے ساتھ پیوندکاری کی گئی ہے۔

کورونا کی تحریف

'کرونا' انگریزی اصطلاح نہیں بلکہ 'کووڈ-۱۹' اور 'کرونا' عبرانی زبان میں تلمود سے ماخوذ اصطلاحات ہیں جس کے الفاظ ومعانی میں ردّوبدل اور تحریف کر کے اِسے ۲۰۱۹ء میں پہلی بار

ایک طبی وبا کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ کووڈ-۱۹ میں ۱۹ سے مراد ۲۰۱۹ء نہیں ہے بلکہ وہ مناجات ہے جس کا ذکر تلمود کی آیت ۱۹ میں آیا ہے۔ کورونا، پکارنا اور آواز دینے کو کہا جاتا ہے۔ تلمود کی ہدایت کے مطابق اس کا مفہوم ہے اپنے مسیحا کو پکارنا اور 'آجاؤ، آجاؤ' یعنی 'کورونا کورونا' کا واویلا مچانا تاکہ اُن کا ہاشم، یعنی مسیحا اُن کی پکار سنے۔ یہودی جب اپنی نماز میں عاجزی اور خشوع اختیار کرتے ہیں جس کو عبرانی میں Covid کہا جاتا ہے اور نماز کا ۱۹واں کلمہ تلمود میں اِن الفاظ میں ترجمے کے ساتھ موجود ہے:

19-Sim Shalom. Grant Peace. goodness. blessings. grace and kindness mercy upon us and upon all Israel your people.

پھر اس طرز پر ابلاغ اور وسائل ابلاغ کے زور سے ان کلمات سے وائرس اور بیماری ثابت کرنا تحریف لسانی اور یہود کی پرلے درجے کی بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس دھوکا دہی اور الفاظ و معانی کے ہیر پھیر سے نوعِ انسانی کو اپنے مقاصد کے لیے بہکایا جاتا ہے۔ قرآن نے واضح الفاظ میں یہودیوں پر تحریف کتاب کی فردِ جرم عائد کی ہے کیونکہ یہودی خود کو ابناء اللہ 'اللہ کے بیٹے' واحباء ہ 'اور اس کے چہیتے' قرار دیتے ہیں مگر اِن چہیتوں اور لاڈلوں کی مجرمانہ حرکات اور شاطرانہ چالوں پر گرفت کرکے اقبالؒ نے کہا تھا کہ 'فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے'۔ اس شعر کے مصداق اب 'مابعد انسانیت' اور 'کرونا' کے پس منظر میں تمام انسانیت (Humanity) بنی اسرائیل کے ہاتھوں موت کے گڑھے کے کنارے آ کھڑی ہے جو تحریف کے مجرم ہونے کے علاوہ عدو اللہ اور عدو النّاس مخلوق کے دشمن کا شاطرانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

عربی میں تحریف کے لغوی اور اصطلاحی معنی

امام راغب اصفہانی (۵۰۲ھ) نے مذکورہ آیاتِ قرآنی کے ضمن میں تحریف کے معانی کا تعین کیا ہے۔ الحرفُ وہ چیز جس میں:

۱- تلخی اور حرارت آ گئی ہو اور حلاوت سے پھیر دی گئی ہو۔ (مفردات القرآن، جلد دوم، ص ۲۴۷-۲۴۸، ترجمہ: مولانا محمد عبدہٗ)

۲- تحریف کے معنی کسی چیز کو ایک جانب مائل کر دینا جیسے تحریف القلم قلم کو ٹیڑھا

قطع لگانا۔

۳- تحریف الکلام کے معنی ہیں: کلام کو اس کے موقع ومحل اور سیاق وسباق سے پھیر دینا تاکہ دو معنوں کا احتمال پیدا ہو جائے۔

۴- المحارف سے مراد وہ شخص جو خیر سے محروم اور طرف دار ہو۔

۵- انحرف عن کذا و تحرف: کسی چیز یا حقیقت سے کنارہ کشی کرنا اور ایک جانب مائل ہونا۔(حوالہ مذکورہ بالا)

صحفِ سماویہ میں الفاظ ومعانی اور اصطلاحات کی تحریفات میں منفی پہلو سے لغت کے تمام معانی براہِ راست شامل تھے۔ تاہم، عربی کے علاوہ میڈیا اور عصری انگریزی لُغت میں ایسی اصطلاحات متعارف کی گئی ہیں، جو جنگ کا مفہوم دیتی ہیں۔ ارھاب اور حرب عربی میں جنگ (warfare) کو کہتے ہیں۔ اس سے منحرف اصطلاح انگریزی میں 'حاروب' یا تکنیکی جنگ Haarp زبان زدِعام ہے جو بذاتِ خود ٹکنالوجی کے جدید وسائل کے ذریعے ایک بھرپور Techno warfare پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے اصطلاحات کی جنگ کو قرآنی آیات کی روشنی میں 'تحریفی جنگ' یا 'ابلاغی جنگ' کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ارھاب (Terror) اور رھبۃ خوف کے معنی میں اور ترھبون: تخافون کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

امام راغب کے نزدیک وایای فارھبون (اور تم مجھ ہی سے ڈرو) میں مذکورہ رھبۃ ایسے خوف کو کہا جاتا ہے جس میں احتیاط اور اضطراب شامل ہو۔

'ارھاب' کو انگریزی اصطلاح terrorism کے رُوپ میں تحریف کرکے پچھلے دو عشروں کے دوران ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کو دُنیا میں دہشت گردی کا مجرم ٹھیرایا مگر عوام الناس نے جھوٹ پر مبنی اس تحریف سے بالآخر برأت کا اظہار کیا تو انسانیت کو سزا دینے کے لیے اصطلاح 'کرونا' کی خوفناک صورت سامنے آگئی جو خوف واضطراب پر مبنی نفسیاتی، اعصابی اور عملی طور پر بھرپور جنگ ہے۔

ہندستان میں صحف سماویہ میں تحریف کے مباحث

برصغیر پاک وہند میں صحف آسمانی میں تحریف سے متعلق علمی مباحث اور مناظرے تاریخ

کا حصّہ ہیں۔ تاجِ برطانیہ نے جب برصغیر پر قبضہ جمایا تو انھوں نے عیسائی مشنریوں کا ہندستان میں جال پھیلا دیا تاکہ طاقت کے زور پر مقامی لوگوں کو اُن کے مذہب سے پھیر لیا جائے۔ ان پادریوں کے خلاف مسلم علمائے کرام کے مناظرے جو تحریف صحفِ سماویہ سے متعلق تھے، ریکارڈ پر ہیں۔

۱۰/اپریل ۱۸۵۴ء کو جنگ آزادی سے قبل فنڈر نامی ایک عیسائی پادری کی قیادت میں جس کو پادریوں اور پنڈتوں کی پوری فوج کی مدد حاصل تھی، دو معروف علما مولانا رحمت اللہ کیرالویؒ اور مولانا وزیر خانؒ کا مناظرہ ہوا۔ مباحثے اور مناظرے کا موضوع تحریف انجیل و تنسیخ انجیل تھا۔ جب مسلم علما نے اپنے دلائل پیش کیے تو فنڈر پادری نے تحریف بائبل کو تسلیم کیا۔

۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں شاہ جہاں پور میں اپنی نوعیت کے دو نئے میلہ ہائے 'خدا شناسی' منعقد ہوئے۔ طے شدہ ایجنڈے کے مطابق ۱۸۷۶ء کے میلے میں وید، بائبل اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر ہندوؤں، عیسائیوں اور مسلمان علما نے دلائل دیئے کہ تحریفات کے بعد ان کتابوں کی حیثیت کیا ہے؟ ۱۸۷۷ء میں مولانا قاسم نانوتویؒ نے قرآن کی اَبدیت اور محفوظ ہونے پر دلائل پیش کیے جو مباحثہ شاہ جہاں پور کے نام سے اُن کی کتاب میں مندرج ہیں۔ مولانا نانوتویؒ کی حیثیت برصغیر میں اس وقت وہی تھی جو افریقہ میں مسلم عالم احمد دیدات کی یا اُن کے ممتاز شاگرد ڈاکٹر ذاکر نائیک کی اب عالمِ اسلام میں ہے۔ بدقسمتی سے ہندستان کے اندر ان مناظروں کو سیکولر انگریز حکومت کی تائید حاصل تھی جن کا نعرہ تھا: ''زمین خدا کی، رعایا بادشاہ کی اور حکم کمپنی بہادر کا'' جو کہ ایک مشرکانہ بیانیہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ کمپنی بہادر کے حکم کی تحریف شامل تھی۔

بنی اسرائیل کا جرمِ عظیم

سورۂ مائدہ، آیت ۴۱ میں یہودیوں کو براہِ راست مخاطب کر کے ارشاد ہوا:

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ (المائدہ ۵:۴۱) اُن میں سے جو یہودی ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے کان لگاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کی خاطر، جو تمھارے پاس کبھی نہیں آئے سُن گن لیتے پھیرتے

ہیں، کتابُ اللہ کے الفاظ کو اُن کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل معنی سے پھیرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمھیں یہ حکم دیا جائے تو مانو، نہیں تو نہ مانو۔ جسے اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرلیا ہو، اس کو اللہ کی گرفت سے بچانے کے لیے تم کچھ نہیں کرسکتے۔

مدینہ کی ریاست کے اندر یہودی معاہدے یا میثاقِ مدینہ کے تحت اسلامی ریاست کی رعایا تھے مگر دھوکا دہی کے ذریعے اللہ کی آیات کے معنی بدلنے میں اور رسولؐ اللہ کی جاسوسی کرنے میں وہ طاق تھے۔اس لیے قرآن نے صحابہؓ اور پیغمبرؐ خدا کو تنبیہہ فرمائی اور ارشاد ہوا:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝ (البقرہ ۲:۷۵) اے مسلمانو! اب کیا اِن لوگوں سے تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمھاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ اُن میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔

اس دانستہ تحریف میں الفاظ قرآنی کا اُلٹا مفہوم پیش کرنا بھی ایک حربہ ہے جیسے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کی بجائے رحمآء علی الکفّار واشداء بینھم کا مفہوم پیش کر کے منحرفین یہود، مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے ہیں اور قرآن کو نشانۂ تضحیک بناتے اور مذاق اُڑاتے ہیں۔

اصطلاحی تحریفات کا معاشرتی تدارک

تحریفات کے تدارک کے لیے قرآن نے ایسے تمام ذومعنی ،مبہم اور محرف کلمات اور اصطلاحات کے استعمال سے مسلمانوں کو منع کیا تھا جس کا مقصد کلام اللہ میں معانی کی تبدیلی، ذاتِ گرامی رسولؐ پر طنز واستہزا اور دین وشریعت میں طعنہ زنی کا پہلو نکلتا تھا۔ یہودیوں کی شہ پر منافقین اِن تحریف لسانی کے وسائل کو استعمال کر کے مقاصدِ شریعت کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتے تھے اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔قرآن نے ان مذموم حرکات وسکنات اور اشارات کو لَيًّاۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ (النساء ۴:۴۶) (وہ تحریفِ لسانی کرتے ہیں اور دین میں طعنہ زنی کرتے ہیں) کہہ کر اُن کے مبہم تحریفات کے استعمال سے منع کیا اور راعنا کے لفظ کو بدل کر انظرنا کا

متبادل الفاظ استعمال کرنے کا حکم دیا کیونکہ دشمنانِ حق اس لفظ کو زبان کا چکمہ دے کر راعینا بناتے تھے، یعنی اس میں ''اے ہمارے چرواہے'' کی طنز و تشنیع کی کاٹ اور مبہم تحریف شامل ہوتی تھی۔

سورۃ المائدہ میں ارشاد ہوا:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (المائدہ ۵:۱۳) ان سخت دل لوگوں کا حال یہ ہے کہ الفاظ کا اُلٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں، جو تعلیم انھیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصّہ بھول چکے ہیں، اور آئے دن تمھیں اُن کی کسی نہ کسی خیانت کا پتا چلتا رہتا ہے۔ اُن (یہودیوں) میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔

دوسری جگہ پر مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (۵:۴۱) استعمال ہوا ہے، یعنی سیاق و سباق اور معنیٰ اصلی متعین ہونے کے بعد اِن کے کلام اللہ اور صحفِ سماویہ میں تحریف ان کی دیدہ دلیری کا ثبوت اور جرمِ عظیم کی شہادت ہے جو انحراف اور بغاوت کے مترادف ہے۔

سرکش کفّارِ مکّہ نے پیغمبرؐ خدا سے تحریف سے بڑھ کر یہاں تک کا مطالبہ پیش کیا تھا کہ ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ (یونس ۱۰:۱۵) ''اس قرآن کے علاوہ کوئی قرآن لے آ، یا اُسی میں تبدیلی کر''۔ لہٰذا قرآن نے اسلامی معاشرے کو ان اصطلاحات کے استعمال سے بروقت روک دیا۔

شرفِ انسانی اور فساد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک ہم نے بنی آدمؑ کو شرف و تکریم سے نوازا'' (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰) مگر کرونا کے ہاتھوں یہ تکریم انسانی اب خاک آلود ہوچکی ہے۔ اگرچہ کرونا وائرس کی ہیئت ترکیبی اور وقوع پذیر حالات کی تفصیل اس وقت میرا موضوع نہیں ہے، تاہم اسباب کی دُنیا سے قطع نظر المناک واقعات کے حوالے سے کرونا کے ہاتھوں انسان، انسانی خودی اور خود انسانیت جس ذلّت و ہلاکت سے دوچار ہے، جنگِ عظیم کے بعد یہ اس صدی کا سب سے بڑا فساد ہے جس کی زد میں پورا کرۂ ارض آچکا ہے۔ وقفے وقفے سے پچھلے ایک سال کے دوران کووڈ-۱۹ کی ریڈیائی لہریں کہیں مُردہ وائرس کا حامل بن کر، کبھی زندہ وائرس اور کبھی سپر وائرس کے حاملین (Silent Carriers) بن کر ہلاکت خیزی دکھارہی ہیں اور انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر انسان

موت وزیست کی کش مکش میں مبتلا ہو چکا ہے اور عاجزی کے ساتھ خلاصی کے لیے چیخ و پکار کر رہا ہے۔

سورۂ روم میں قرآن نے فسادِ ارضی کا جو نقشہ کھینچا ہے، حالات اس کے مشابہ ہیں۔فرمایا گیا:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ (الروم ۳۰:۴۱) خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ مزا چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آئیں۔

علامہ امام راغب اصفہانیؒ (۵۰۲ھ) اپنی معروف لغت مفردات قرآنی میں اس آیت میں مذکور فساد اور کسب کے لغوی معنی کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں: 'فساد' کسی چیز کے حدِ اعتدال سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں چاہے وہ افراط کی صورت میں ہو یا تفریط کی صورت میں۔ اَفسدُوہ فُلَانًا، 'فلاں نے اس چیز کا توازن بگاڑا'۔ یا اس بااختیار شخص نے اپنی فتنہ انگیزی کے ذریعے حیوانوں اور انسانوں کی نسل کو نابود کر دیا، لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط (البقرہ ۲:۲۰۵)۔مفسد کے مقابلے میں مصلح فساد کو روکنے اور اصلاح کرنے کو کہا جاتا ہے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط (البقرہ ۲:۲۲۰) ''اللہ خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والے کون ہیں اور مصلح کون؟''

ایک ہزار سال پہلے کا یہ عالم باکمال لفظ 'کسب' اور 'اکتساب' کی بھی لغوی تشریح کرتے ہیں۔کسب بھی ایسی چیز کا قصد کرنا یا ارادہ کرنا جو مفید اور نفع بخش ہو، چاہے وہ ذاتی اغراض کے لیے ہو یا دوسروں کی افادیت کے لیے، جب کہ اکتساب اس کام کو کہتے ہیں جس میں انسان کی ذاتی غرض مطلوب ہو۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط (البقرہ ۲:۲۸۶) ''ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لیے ہے، اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اسی پر ہے''۔

بعض نے کسب سے مراد اُخروی اعمال لیا ہے اور اکتساب سے مراد دُنیوی کسب و پیشہ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ (الانعام ۶:۷۰) کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ یہ لوگ اپنی شامتِ اعمال کے وبال میں پکڑے گئے۔ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا (الروم ۳۰:۴۱) ''تاکہ اللہ اُن کو اُن کے بعض اعمالِ بد کا دُنیا میں مزا چکھادے''۔(مفردات قرآنی، جلد دوم، ص ۳۵۲)

امام راغبؒ فسادِ انسانی کے مترادف لفظ فتنة کی لغوی تعبیر پیش کرتے ہیں اور اس کا

موازنہ قتل سے کرتے ہیں۔قتلت فُلاناً قتلتہُ ''میں نے فلاں کو ذلیل کر کے رکھ دیا''۔ والفتنة أشد من القتل (یہ کہ فتنہ، قتل سے زیادہ سخت ہے)۔

'قتل' کے لفظ میں معنی کی نسبت قتل کرنے والے قاتل کی طرف ہوتی ہے، جب کہ فتنہ میں قتل ہوتا ہے مگر قاتل کی طرف نسبت نہیں ہوتی (یا قتل پسِ پردہ قاتل کی طرف سے ہوتا ہے)۔ لہٰذا قرآن نے قتل سے فتنہ کو اشد قرار دیا ہے: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ (الانفال ۸:۲۵) ''اور بچو اُس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف اُنھی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو''۔

اخفش نے فتنہ کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: ایک میسور اور دوسرا معسور، یعنی عُسر اور یسر کا فتنہ (مفرداتِ قرآنی، ص ۲۲۳)۔ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (المائدہ ۵:۷۱) ''وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بلا اُن پر نازل نہ ہوگی''۔

امام راغبؒ کے نزدیک فتنہ کا مفہوم بلا، مصیبت، عذاب و آزمایش، قتل اور دھوکا دہی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ تحریف اور انحراف کی بدترین شکل جو عصرِ حاضر میں فتنہ کی بدترین شکل اختیار کر چکا ہے اور ذرائع ابلاغ پورے زور سے اس آگ کو بھڑکا رہے ہیں، وہ عمل انسانی (Human action) اور عمل خدائی (God action) میں فرق نہ کرنے کا فتنہ ہے۔ اکیسویں صدی سائنس اور ٹکنالوجی کے عروج کی صدی ہے۔ انسانی فن و پیشہ اپنے حدِ کمال تک پہنچ چکا ہے۔ بحر و بَر کی کائنات سائنسی لحاظ سے تسخیر ہو چکی ہے اور یہ تسخیر ہائیڈروسفائر اور آئیونوسفائر پر بھی محیط ہے، جہاں پر میزانِ کائنات قائم ہے:

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ (الرحمٰن ۵۵:۷-۸)
آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔

عہدِ حاضر میں فساد کی بدترین صورت فطرت کے نظام میں خلل ڈالنے اور اُسے عدم توازن کا شکار کرنے کی صورت میں نمودار ہو رہا ہے۔ آواز، بادل اور بارشوں کے راستے سائنس اور ٹکنالوجی کی زَد میں ہیں۔ وائرس سمیت فضائے بسیط کے اندر آواز کی لہروں اور صورتوں کا اپنی

مرضی سے انتقالِ انسانی ٹکنالوجی کی ترقی کے باعث مسخر ہوچکا ہے جو انسان کی منفعت کے لیے ہی نہیں بلکہ مضرتِ انسانی اور خاتمۂ انسان کے لیے اس کا استعمال ہونا ممکن ہوگیا ہے۔ حال ہی میں اسٹیفن بربرچر کی کتاب Post-Humanism کے نام سے شائع ہوئی (۲۰۱۲ء) جس میں عہدِ حاضر کے جدید نینوٹکنالوجیز اور اطلاعی، طبّی مہارتوں وغیرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو انسان کے لیے بشمول وسائل ترسیل مہلک ثابت ہوسکتے ہیں۔ اخلاق سے ماورا سچائی اور جھوٹ کا حوالہ پیش کر کے وہ لکھتے ہیں: ''اخلاقی حس سے میرا سچ اور جھوٹ کا تصور وہ پہلا نکتہ ہے جہاں سے ماورا انسانیت کی تحریک شروع ہوتی ہے''۔

یہ تحریف جو سچ اور جھوٹ کو اخلاقیات سے پاک کردے ہمارے ابلاغی نظام کو کس انحراف سے دوچار کرے گا؟ یہی پوسٹ ہیومنزم کے تصور کو سمجھنے کے لیے کافی ہے، جہاں پیغمبروںؑ کی شریعت کے برعکس جھوٹے ضوابط اور جھوٹے معیارات سے انسانوں کو بہلایا اور پھسلایا جائے گا۔ اور ہر مذموم اور قابلِ مذمت عمل کو محمود اور معیاری قرار دیا جائے گا۔ ایسے ہی تحریفی ضوابطِ عمل یا آپریشنل سٹینڈرز کا تصور میکیاولی نے بھی پیش کیا تھا۔

دو بنیادی قرآنی اصطلاحات

قرآن نے ایسے شریر دماغوں اور بدعمل اور بُری چال چلنے والوں کا محاسبہ سخت الفاظ میں کیا ہے اور اُن کو 'تقلب' اور 'تخوف' میں پکڑنے کی وعید سنائی ہے:

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ (النحل۱۶: ۴۵-۴۷) پھر کیا وہ لوگ (جو دعوتِ پیغمبرؑ کی مخالفت میں) بدتر سے بدتر چالیں چل رہے ہیں اس بات سے بالکل ہی بے خوف ہوگئے ہیں کہ اللہ اُن کو زمین میں دھنسا دے یا ایسے گوشے سے اُن پر عذاب لے آئے جدھر سے اس کے آنے کا اُن کو وہم وگمان تک نہ ہو، یا اچانک چلتے پھرتے اُن کو پکڑ لے یا پھر (تخوف کی) ایسی حالت میں اُنھیں پکڑے، جب کہ انھیں خود آنے والی مصیبت کا کھٹکا لگا ہوا ہو اور وہ اس سے بچنے کی فکر میں چوکنّے ہوں؟

وہ جو کچھ بھی کرنا چاہے یہ لوگ اُس کو عاجز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔حقیقت یہ ہے کہ تمھارا ربّ بڑا ہی نرم خُو اور رحیم ہے۔

'تخوف' کی اصطلاح کا انگریزی ترجمہ علّامہ محمداسد نے slow distruction بتدریج تباہی اور اخلاقی اقدار کی پراگندگی متعین کیا ہے اور بُری چال چلنے والوں 'مکروالسیات' کا ترجمہ Who devise evil schemes لکھا ہے۔

اس قرآنی اصطلاح کی تشریح میں وہ امام زمخشریؒ اور امام طبریؒ کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

In the above context, the term has obviously both a social and moral connotation, and graceful disintegeration of all ethical values of power, of civic cohesion of happiness and finally of life itself. (*The Message of Quran,* p479, published by Islamic Book Trust, Kualalmpur).

مذکورہ بالا سیاق وسباق میں 'تخوف' کی اصطلاح سماجی اور اخلاقی دونوں مفاہیم کا احاطہ کرتی ہے، یعنی قوت کے مصادر سے اخلاقی اقدار کی بتدریج علیحدگی، باہمی تعلقات اور ملاپ میں عمل جدائی، خوشی کا درہم برہم ہونا اور بالآخر زندگی ہی کا خاتمہ اس اصطلاح کے مفہوم میں شامل ہے۔

اس کے برعکس خوش حالی اور امن وتعیش کی حالت 'تقلب' کی اصطلاح کے طور پر قرآن میں استعمال ہوئی ہے، جس میں فکروعمل کی تبدیلی کا مفہوم بھی شامل ہے۔مجموعی طور پر عُسر کے ایام کو تخوف اور آسانی اور یُسر کے ایامِ زندگی کو تقلب کے اَدوار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔طاغوت کے زیراثر جب انسان نے تبدیلی یا Transformation کے عمل میں اللہ سے تعلقِ بندگی توڑنے کا فیصلہ کیا تو مفہوم المخالفۃ کی تحریف کے ذریعے یا Reversal interpretation کے طور پر ان دونوں قرآنی اصطلاحات کا بھرپور استعمال کیا گیا اور بزعمِ خود خدا بن کر ترغیب وترہیب کی عالمی پالیسی اپنائی گئی جس نے پچھلی دوصدیوں کے دوران ماڈرنزم اور ہیومنزم کے عقیدے کی صورت میں انسانی فکروعمل کے زاویوں کو بھی بدل دیا اور اکیسویں صدی میں پوسٹ ہیومنزم کے تخوف سے انسانوں کو دوچار کردیا تاکہ وہ فتنۂ موت وحیات کے ساتھ ساتھ ضعفِ ارادہ وعمل کی آزمایش سے بھی دوچار ہوں اور عُسر کی تکالیف کا سامنا کریں۔

مقدمہ ابن خلدون میں حضرت عمرؓ کا واقعہ درج ہے کہ انھوں نے منبر پر تخوف کی آیت

تلاوت فرمائی اور اصطلاح کا معنی دریافت کیا۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا کہ اس آیت میں تخوف بمعنی تنقص استعمال ہوا ہے، یعنی نفس انسانی کا نقصان (مقدمہ ابن خلدون، ص ۴۸۰)۔

تکریم و شرف نوعِ انسانی کا ضابطہ

اس اشرف مخلوق کے لیے شریعت الٰہی میں 'عبدیت' کا خدائی ضابطہ ہے، جو ارادۂ الٰہی یا رضائے الٰہی کا مظہر ہے۔ اس تفویض کردہ delegated will یعنی ارادۂ انسانی سے عرفانِ ربّ اور عرفانِ ذاتِ انسانی دونوں ممکن ہیں۔ تاہم، صنعتی انقلاب میں تحریف کے ذریعے آزادی (liberty) کا مفہوم 'عبدیت' کی حقیقت سے انسان کی آزادی کو قرار دیا گیا۔ اس فکر کو انسان کی خودمختاری یا soverignity قرار دیا گیا۔ متعدد اصطلاحات انسان پرستی یا ہیومنزم، ریشنلزم یا مفاد پرستی یا Utilitarianism وغیرہ 'عبدیت' کی فکر کو توڑنے مروڑنے کے لیے انسانی سوچ اور تحریفات کا نتیجہ تھے۔

نکولومیکیاولی (۱۴۶۱ء-۱۵۲۹ء)، زونگلی (۱۵۳۱ء) ایراسمس مانڈیس (۱۵۳۶ء)، مارٹن لوتھر (۱۵۴۶ء) اور کولون (۱۵۶۱ء) کے نام سے ان پانچ ہم عصر شخصیات نے اپنی شرانگیز فکر سے اس ابلیسی مشن کو ریاستی قوت سے آگے بڑھایا۔ اُن ہی کی طرح، عصرحاضر کی معاصر پانچ متمول شخصیات نے ہیومنزم کے برعکس پوسٹ ہیومنزم یا مابعد انسانیت کے فلسفے کو پچھلے چند سال میں بامِ عروج تک پہنچایا ہے اور فرعونیت اور قارونیت کے مرتبے پر فائز ہوچکے ہیں۔ کارپوریٹ سیکٹر میں وہ انفوٹکنالوجی، نینوٹکنالوجی، سائبرٹکنالوجی اور بایوٹکنالوجی کے بلاشرکت غیرے 'قرناء' عصری امام مانے جاتے ہیں جو ٹکنالوجی کے زور پر عصرِ حاضر کے لیے نیو ورلڈ آرڈر تشکیل دے رہے ہیں۔ ان پانچ شخصیات میں بل گیٹس، امیزون، رُوتھ فیل چائلڈ، رمزک اور میلنڈ گیٹس شامل ہیں جن کو پانچ بڑے Five Greats کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ انفوٹکنالوجی کے باوا آدم سمجھے جاتے ہیں۔ سائنسی لحاظ سے اگرچہ نظریہ کے طور پر قاتل شعاؤں (death rays) کا نظریہ بہت پہلے ۱۹۲۰ء میں نکولوٹیلا نے پیش کیا تھا، اور ۱۹۴۳ء میں پُراسرار انداز میں اس کا انتقال ہوا تھا۔ مگر جدید ریڈیائی شعاعیں پُراسرار حاملین (Silent Carriers) بن کر تابکاری، یعنی Radiations میں اضافہ کررہی ہیں۔ بعید نہیں کہ ہلاکت خیز تابکاری کو شیطان نما انسانوں نے تحریف کرکے طبّ کے ساتھ جوڑا ہے جس کے اہداف سیاسی اور اسٹرے ٹیجی یا حیاتیاتی جنگ میں پوشیدہ ہیں۔

دورِ اختتام کا آغاز اور دجالیت

فتنۂ حیات وممات سمیت دجال کے مختلف النوع جنگی حربوں کے ذکر سے حدیث کا لٹریچر بھرا پڑا ہے جسے کتاب الملاحم اور علاماتِ آثارِ قیامت کے مستند مصادر سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پُرفتنہ دور میں موت وزیست کی حیاتیاتی کش مکش اور فتنے کو حدیث میں بڑی جنگوں یا الملحمۃ الکبریٰ کی اصطلاح سے واضح کیا گیا ہے جہاں سے دجالیت کے دورِ اختتام کا آغاز ہوتا ہے۔ وقت کے ائمہ ضلالت کی طرف سے مابعد انسانیت یا Post Humanism کی اصطلاح 'جنگی فسوں' الملحمۃ الکبریٰ کی اسلامی اصطلاح سے بڑی حد تک مطابقت رکھتی ہے۔ اس پُرفتن اور پُرآشوب دور سے احادیث میں دُعاؤں کے ذریعے پناہ مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ دجال کے کام اپنی نوعیت کے اعتبار سے خدائی کاموں سے ملتے جلتے اور پُرفریب، سخت تحریفی اور فتنہ انگیز ہوں گے۔ عہدِ جدیدیت کے آغاز ہی میں اٹھارھویں صدی کے اندر تھامس مالتھس ۱۷۹۸ء میں ایک کتاب *The Theory of Population* لکھ کر انسانی آبادی کے کنٹرول کرنے کے مُدعا کو سامنے لایا تھا مگر کسے معلوم تھا کہ اکیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے مقتدر انسان کی مکارانہ چالوں سے آسمانی اقدار سمیت عالمی سطح پر لفظ اور حرف کی حُرمت بھی ناپید ہوگی۔ یہ دور اور یہ کتاب بالآخر 'کرونا کے بڑے فُسوں' کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، جو حیاتیاتی جنگ اور تکنیکی جنگ کے امتزاج سے نوعِ انسانی کی ہلاکت کا باعث بنے گا۔

سازشی نظریہ کا نام لے کر غلط فہمی کے شکار انسانوں کو ابلاغ کے زور پر کچھ عرصے کے لیے گمراہ تو کیا جاسکتا ہے مگر اصطلاحات کی جنگ کے سہارے ہمیشہ کے لیے قرآنی حقائق کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ یہ کتابِ ہدایت براہِ راست اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس کے محفوظ مصادر کے ذریعے عصرِ حاضر کے ابلیسی حکمت وعزائم کا مقابلہ ممکن ہے کیونکہ شیطان کو قرآن نے انسان کا کھلا دشمن یا عدوٌ مبین قرار دیا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ط (حم السجدہ ۴۱:۴۰) بے شک جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔